Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 18. Issue 01, June 2026

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

Received: 27th February, 2026 | Accepted: 17th June, 2026 | Available Online: 30th June, 2026
Digital Object Identifier: 10.52015/daryaft.v18i01.447

ہندوستانی معاشرے میں خواتین کی رسمی تعلیم کی مخالفت اور مجلّہ "خاتون" کی مزاحمت

Opposition to Women's Formal Education in Indian Society and the Role of "Khatoon" Magazine in Resistance

DR. GHAZAL YAQUB[1] AND ZAHIDA NOOR[2]
[1] Teaching Research Associate, International Islamic University, Islamabad, Pakistan
[2] MPhil Urdu Scholar, International Islamic University, Islamabad, Pakistan
Corresponding author: Dr. Ghazal Yaqub (ghazal.yaqub@iiu.edu.pk)

CONFLICT OF INTEREST: The authors declare that there are no conflicts of interest related to the research, authorship, and/or publication of this article, and that the data presented have not been fabricated or falsified.

FUNDING: This research did not receive any specific grant or financial support from public, commercial, or not-for profit funding agencies.

PARTICIPANT CONSENT: The authors confirm that Informed consent was obtained from all participants, and confidentiality was duly maintained.

KEYWORDS: khatoon, Women's Education, Colonial India, Muslim Women, Educational Reform, Curriculum Development, Urdu Journalism

ABSTRACT: This study examines the role of 'Khatoon' magazine in promoting women's education in colonial India and assesses its contribution to the educational and social advancement of Muslim women. Following the socio-political transformations after the War of Independence of 1857, modern education became a central concern for Muslim reformers. Despite these efforts, women's education continued to face resistance due to conservative social attitudes, entrenched cultural traditions, and misconceptions of a religious nature. This research explores 'Khatoon' as an influential platform that advocated female education and challenged prevailing opposition to women's intellectual development. Employing a qualitative historical methodology, the study analyzes editorials, articles, reports, and educational discussions published in the magazine. The findings indicate that 'Khatoon' emphasized women's education as essential for social progress, effective child upbringing, and the elimination of harmful customs and superstitions. The magazine supported girls' schools, boarding facilities, and a comprehensive curriculum integrating religious instruction, literature, history, science, health education, domestic management, and vocational training. The study concludes that 'Khatoon' played a pioneering role in educational reform and the empowerment of women in colonial India.

This work is licensed under a Creative Commons Attribution-Non Commercial 4.0 International License (CC BY-NC 4.0)

انیسویں صدی عیسوی برصغیر پاک و ہند کی تاریخ میں ایک ایسی صدی ہے کہ جس میں زبان و ادب، سماج،سیاست، تعلیم،طرز معاشرت غرض کہ ہر شعبہ زندگی میں تبدیلیاں رونما ہوئیں۔ اس کا بنیادی محرک ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 18. Issue 01, June 2026
تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

تھی۔ اس جنگ میں اگرچہ مسلمانوں اور ہندوؤں نے مل کر حصہ لیا تھا مگر ناکامی کی وجہ سے جنگ کا سارا ملبہ ہندوؤں نے مسلمانوں پر ڈال دیا۔ جس کی وجہ سے مسلمان انگریزوں کے زیرِ عتاب آ گئے۔

جغرافیائی شکست کے بعد مسلمانوں کے لیے سیاسی، سماجی، تعلیمی اور معاشرتی زوال کو قبول کرنا آسان نہ تھا۔ ایسی سماجی صورت حال میں جب مسلمان زبوں حالی کا شکار تھے، سر سید احمد خان نے جدید انگریزی اور مغربی تعلیم کو مسلمانوں کے لیے ترقی کا واحد راستہ جانا لیکن کٹر روایت پسند مسلمان اپنی تہذیب و ثقافت سے کسی طرح دور نہیں ہونا چاہ رہے تھے۔ اس وقت سر سید جو موجودہ صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کی توجہ ترقی کی طرف مبذول کروا رہے تھے مگر مسلمان دو طبقوں میں نظر آنے لگے۔ پہلا گروہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو سر سید کی فکر سے متفق تھے اور جدید تعلیم کے حامی تھے لیکن دوسرا طبقہ ان لوگوں پر مشتمل تھا جو اپنی تہذیب و ثقافت کو ہی سب کچھ سمجھ رہے تھے اور ان کا خیال تھا کہ جدید تعلیم کے ذریعے وہ اپنی تہذیب و ثقافت سے کٹ کر رہ جائیں گے۔ یوں نو آبادکاروں کے آنے کے بعد مسلمانوں میں دو گروہ ابھر کر سامنے آئے جن میں سے ایک جدت پسند گروہ سر سید کی فکر کا حامی اور دوسرا روایت پسند گروہ ان کی فکر کے مخالف۔

انگریزوں نے اقتدار میں آتے ساتھ ہی ہر شعبہ زندگی میں تبدلیاں لائیں۔ انگریزی زبان اور مغربی تعلیم کی وجہ سے مسلمان اپنے بچوں کو مشنری سکول بھیجنے سے اس وجہ سے ڈرتے تھے کہ کہیں ان کا مذہب نہ تبدیل کرا لیا جائے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں ہندو اپنے بچوں کو اسکول بھیج دیتے تھے اور اسی وجہ سے دن بہ دن مسلمانوں کی حالت خراب ہوتی چلی گئی۔

مشنریوں کے ذریعے چلائے گئے اسکولوں میں اونچے ذات کے ہندو اور مسلمان اپنی لڑکیوں کو بھیجنا پسند نہیں کرتے تھے ۔کیوں کہ تبدیلی مذہب کا خطرہ تھا۔ خود برطانوی حکومت نے لڑکیوں کے اسکولوں کی سرپرستی قبول نہیں کی تھی۔ کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ ہندوستان میں تعلیم نسواں کے خلاف تعصب کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ [(1)]

نو آبادیاتی عہد میں دو طرح کے نظریات رکھنے والے طبقات ہمیں نظر آتے ہیں ایک سر سید کہ جو جدید مغربی تعلیم اور انگریزی زبان کو مسلمانوں کے لیے ضروری خیال کرتے تھے اور اس کے بغیر مسلمانوں کو دور حاضر کی ضروریات سے ہم آہنگ خیال نہیں کرتے تھے۔ جب کہ اس کے مقابلے میں دوسرا گروہ وہ تھا کہ جو موجودہ حالات کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کو صرف گھرداری اور غیر رسمی تعلیم تک ہی محدود نہیں رکھنا چاہتے تھے بل کہ ان کا خیال تھا کہ خواتین کو بھی مروجہ تعلیم سے آشائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ وہ بھی معاشرے کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم نام مولوی ممتاز علی اور شیخ عبد اللہ کا ہے کہ جو سر سید کے ہم عصر ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے رفقا بھی تھے لیکن اس نکتے پر آ کے وہ سر سید سے اتفاق نہیں کرتے تھے۔

مسلمانوں میں تعلیم کا رجحان غیر رسمی شکل میں تو موجود تھا لیکن باقاعدہ سکول میں جا کر تعلیم حاصل کرنے کو معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اس کے خارجی عوامل میں برہمنی ذہنیت کے تحت پروان چڑھنے والا وہ اجتماعی شعور بھی تھا جس میں نچلی ذات کے طبقات اور عورتوں کے لیے تعلیم ممنوع قرار دی گئی تھی۔ دوسرا مسلم اشرافیہ میں پردے کا رواج تھا لیکن بنظر غائر اس برطانوی نظام تعلیم کا جائزہ لیا

جائے تو وہ خواتین کے لیے قائم کردہ اداروں کے نظام میں اور مسلم طرز فکر کے ساتھ مطابقت نہ رکھتا تھا۔ مثلاً مرد انسپکٹروں Inspection Teams سکولوں میں آنا، نصاب تعلیم کا مروجہ طور طریقوں سے متصادم ہونا وغیرہ۔ خواتین کی تعلیم اور رسوم ورواج کا ٹکراؤ اس ادارے کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ بن کر سامنے آیا۔ لیکن علی گڑھ کی جدت پسندی نے اس دور کو منطقی اور حقیقت پسندانہ ذہنیت سے ہم آہنگ کیا تھا اس لیے جلد ہی تعلیم نسواں کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے، اس کے لیے عملی اقدامات کی طرف پیش بندی کی گئی۔ (۲)

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ سر سید احمد خان بھی تعلیمِ نسواں کی اہمیت اور ضرورت سے واقف تھے اور اس کی اہمیت کی وضاحت انھوں نے مختلف جگہوں پر کی۔ وہ کہتے ہیں "بہت سے ایسے مدرسے اور کالج جن کو ہندوستانی قائم کرتے ہیں بڑے بڑے شہروں میں مثلاً کلکتہ، لاہور، اگرہ غازی پور کے جابجا قائم ہوتے جاتے ہیں اور عورتوں کی تعلیم خواہ پردے میں خواہ مدرسے میں ہو، اب ایسا سوال نہیں رہا جس پر کچھ حجت اور شک وشبہ قائم رہے۔"(۳)

سر سید کا موقف تھا کہ ہندوستان اور خاص طور پر مسلمانوں میں اتنی ترقی اور سوچ میں جدت نہیں آئی کہ جدید مغربی تعلیم اور فکر کا یکساں طور پر طبقہ ذکور واناث پر اطلاق کیا جائے۔ انیسویں صدی کے برصغیر کے سماجی حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اگر سر سید کے تصور تعلیم نسواں کو دیکھیں تو یہ واضح ہوتا ہے کہ ایک ایسا دور جس میں مردوں کی جدید تعلیم کے لیے آواز بلند کرنے پر شدید مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ اگرچہ اس مزاحمت کے پست پشت مسلمانوں کے اپنے کچھ خدشات اور تحفظات بھی تھے جو بظاہر اس آشوپ دور میں غلط معلوم نہیں ہو رہے تھے۔ ایسی صورت حال میں جہاں انگریز خود مسلمان عورتوں کی تعلیم کے حق میں آواز اٹھانے سے ہچکچا رہے تھے وہیں سر سید نے بھی مردوں کی تعلیم کو ضروری قرار دیا۔

خواتین کی تعلیم کی اہمیت اور ضرورت سے واقف ہوتے ہوئے سر سید نے ہندوستانی پدر سری معاشرے کو مد نظر رکھتے ہوئے طبقہ ذکور کی تعلیم کو اولیت بخشی۔ انھوں نے پہلے مردوں کی تعلیم کو اہم قرار دیا کہ اگر خود مرد تعلیم کی اہمیت سے واقف ہو جائیں گے تو خود بخود وہ اپنے گھر کی مستورات کے لیے انتظامات کرنا شروع کریں گے۔

برطانوی حکومت برسرِ اقتدار ہوتے ہوئے بھی مقامی حالات واقعات کو دیکھتے ہوئے طبقہ اناث کی تعلیم وترقی کے لیے کوئی خاطر خواہ اقدامات نہ کیے۔ انھوں نے بھی جہاں مردوں کی تعلیم کے لیے کام کیا وہیں انھوں نے ہندوستانی معاشرے میں طبقہ نسواں کی حالت کو مد نظر رکھتے ہوئے خواتین کی تعلیم کے حوالے سے اپنے خدشات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

کمپنی کے افسران نے تعلیم کو مردوں تک ہی محدود رکھا۔ اور عورتوں کی تعلیم کی طرف بالکل توجہ نہیں دی۔ کیوں کہ ان کا خیال تھا کہ ہندوستانی سماج عورتوں کی تعلیم کے بالکل خلاف ہے۔ لہٰذا اس خطرناک میدان میں قدم رکھنا پریشانیوں کو دعوت دینا ہے۔"(۴)

تعلیم نسواں کے لیے حکومت نے جہاں اپنے ہاتھ کھینچ لیے وہیں انفرادی طور پر کچھ شخصیات نے اپنی خدمات پیش کیے اور نہ صرف خواتین کے لیے راہیں ہموار کیں بل کہ عملی طور پر ان کی رسمی و غیر رسمی تعلیم کے لیے ادارے بھی کھولیں۔ اسی میں سب سے اہم نام شیخ عبد اللہ اور بیگم شیخ عبد اللہ شامل ہیں۔ ذیل میں انھیں کی خدمات کا جائزہ لیا جائے گا۔

۱۸۸۶ء میں سر سید احمد خان نے مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے لیے محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی بنیاد رکھی۔ اس کانفرنس کا تیسرا اجلاس ۱۸۸۸ء میں لاہور میں منعقد کیا گیا کہ جس میں شیخ خیر الدین، خلیفہ عماد الدین، سر سید احمد خان، مسٹر تھیوڈر بیک، محمد اکرام اللہ خان، سید میر حسن وغیرہ شامل تھے اسی کانفرنس میں شیخ عبد اللہ کی سر سید سے پہلی ملاقات ہوئی۔ اور اسی کانفرنس میں خواتین کی تعلیم کے لیے قرارداد پیش کیا گیا۔ ۱۸۹۹ء میں ایک الگ شعبہ تعلیم نسواں کے نام سے قائم کیا گیا جس کے سکٹریری شیخ عبد اللہ مقرر ہوئے۔ ۱۹۰۳ء میں ممبئ میں ہونے والے اجلاس کو اہم تصور کیا جاتا ہے کیوں کہ پہلی دفعہ اسی اجلاس میں خواتین کو چلمن کے پیچھے بیٹھ کر اجلاس کی کارروائی دیکھنے یا سننے کا موقع میسر آیا۔ اس عرصے کو اس لیے زیادہ اہمیت دی جاتی ہے کیوں کہ اس کے ایک ساتھ بعد ہی شیخ عبد اللہ نے خواتین کے لیے مجلہ خاتون کا اجرا کیا۔ اسی سال مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا سترھواں اجلاس بھی منعقد کیا گیا جس کی صدارت بیرسٹر شاہ دین نے کی۔ اس اجلاس میں علی گڑھ میں لڑکیوں کے لیے مدرسہ کے قیام کی تجویز منظور کی گئی نہ صرف یہ بل کہ نواب سلطان جہاں بیگم والئی ریاست بھوپال نے علی گڑھ میں لڑکیوں کے اس مدرسے کے لیے عطیے کی منظوری بھی دے دی۔

علی گڑھ میں لڑکیوں کی تعلیم کے لیے اگرچہ تجویز منظور ہو گئی لیکن مدرسے کے قیام کی بہت مخالفت کی گئی، لیکن شیخ عبد اللہ نے ۱۹۰۷ء میں اس کی بنیاد رکھی اور دہلی سے اختری بیگم نامی خاتون کو استانی مقرر کیا گیا۔ لڑکیوں کے آنے جانے کے لیے ڈولیوں کا انتظام کیا گیا مگر شرارتی لڑکوں نے چھیڑ چھاڑ کر کے انھیں پریشان کرنا شروع کیا، وہ ان کی ڈولیوں کو الٹ دیتے تھے۔ اس تمام تر صورت حال کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکول کے احاطے میں ہی بورڈنگ اسکول کے قیام کا سوچا گیا۔ ۱۹۱۱ء میں ہاسٹل کی بنیاد رکھی گئی۔ اور مستورات کے لیے منظم طریقے سے نہ صرف تعلیم کا بندوبست کیا گیا بل کہ پردے کے مسائل کو مد نظر رکھتے ہوئے ان کے لیے رہائش کا انتظام بھی کیا گیا۔ (۵)

خاتون میں تعلیم نسواں کی مخالفت پر مزاحمت

برصغیر پاک و ہند میں ابتدائی طور پر تعلیم نسواں کا تصور عام نہیں تھا، مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ خواتین کے لیے تعلیم کے در وا ہونے لگے۔ اگرچہ یہ ایسا دور تھا جس میں کچھ لوگ پھر بھی تعلیم نسواں کے حامی نہیں تھے۔ اس سلسلے میں وہ مختلف توجیہات پیش کرتے تھے جن صغر سنی میں شادی، گھریلو ذمہ داریوں سے غفلت، بچوں کی تربیت میں کوتاہی اور اس کے علاوہ کئی اور وجوہات پیش کرتے تھے کہ خواتین تعلیم یافتہ ہو جائیں گی تو گھریلو ذمہ داریوں سے فرار حاصل کریں گی۔ خاتون میں مصنفین نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں مرد کے ساتھ ساتھ عورتوں کی تعلیم کی ضرورت اور اہمیت کو واضح کیا۔ انھوں نے تعلیم نسواں کی مخالفت میں اٹھائے جانے والے نکات پر روشنی ڈالی۔ اور ملک و قوم کی ترقی میں تعلیم نسواں کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ ان تمام تر رکاوٹوں کا تفصیلی جائزہ ذیل میں لیا جائے گا۔

شادی: تعلیم نسواں کے حصول میں رکاوٹ

مجلہ خاتون ایک ایسے پلیٹ فارم کا کردار ادا کر رہا تھا جس میں ہر طبقے اور جنس سے تعلق رکھنے والے افراد آزادی سے اپنے خیالات کا اظہار کر پا رہے تھے۔ ایک وہ دور تھا کہ جس میں تعلیم نسواں کی شدید مخالفت کی جا رہی تھی مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں میں شعور و بیداری پیدا ہونا شروع ہو گی۔ جہاں ایک طرف پہلے تعلیم نسواں کے حوالے سے درپیش مسائل اور خدشات کا ذکر کیا جاتا تھا۔ اب وہیں خواتین میں تعلیم کی اہمیت کو موضوع بنایا جا رہا تھا۔ بعض روایت پسند لوگوں کا خیال تھا کہ خواتین میں اگر تعلیم کی شرح بڑھ گئی تو وہ مزید آزاد خیال ہو جائیں گی اور بجائے اپنے گھریلو ذمہ داریوں کو احسن طریقے سے انجام دیں، عدم توجہی سے گھر کے نظام میں بگاڑ پیدا کر دیں گی۔ اس بات میں کوئی دوسری رائے نہیں ہے کہ چاہے اپنا گھر ہو یا سسرال تعلیم کے ذریعے سے وہ گھر کے نظام کو منظم طریقے سے چلانے میں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ اس امر کو بھی سمجھنے کی ضرورت ہے کہ اگر لڑکی تعلیم یافتہ ہو گی تو وہ بچوں کی تربیت صحیح طرح سے کر پائے گی۔ سہروردیہ صاحبہ اپنے مضمون "تعلیمِ نسواں" میں روزمرہ زندگی میں تعلیم نسواں کی اہمیت کے حوالے سے لکھتی ہیں:

> "۔۔۔جب یہ ایک مسلم مسلہ ہے کہ بغیر علم کے عقل کی ترقی ناممکن ہے تو ہم کو واجب اور لازم ہے کہ اپنی لڑکیوں کو ایسا علم و ہنر سکھائیں کہ وہ بڑی ہو کر اپنے شوہر کی زندگی کو پر لطف بنائیں۔۔۔۔غرض بطور ان کے داہنے ہاتھ کے تدابیر معاشرت میں کافی حصہ لے کر ان کے بوجھ کو ہلکا کریں۔"(۶)

تربیت اطفال اور تعلیم نسواں کی اہمیت

بچوں کی تربیت سے لے کر معاشرے کو بہتر ڈگر پر لانے میں تعلیم اہم کردار ادا کرتی ہے۔ اگر ماں تعلیم یافتہ ہو گی تو وہ بچوں کی نشوونما اور تربیت صحیح طور کر سکتی ہے۔ طبقہ انسانی کے نصف آبادی کو تعلیم سے محروم رکھ کر ترقی کا خیال کرنا عبث ہے کیوں کہ یہی وہ آبادی ہے جس کی گود میں بچے ابتدائی تعلیم و تربیت حاصل کرتے ہیں اور اگر اسی طبقے کو تعلیم سے محروم رکھا جائے گا تو قوم کی ترقی پر سوالیہ نشان اٹھ جاتے ہیں۔ ایڈیٹر خاتون اڈیٹوریل میں اس حوالے سے یوں رقم طراز ہیں:

> "بچے جنھیں آئندہ نسل سے تعبیر کیا جا سکتا ہے ان کا پہلا مکتب آغوشِ مادر ہی ہے۔ وہ ان کے چال چلن کو جس قالب میں چاہیں ڈھال سکتی ہیں۔ رسومات قبیحہ کا انسداد سوشیل اصلاح اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ عورتوں کے دماغ بھی علمی روشنی سے منور نہ ہوں۔ تاکہ وہ ان کی مضرتوں سے آگاہ ہو کر ان کے ترک کر دینے پر آمادہ ہو جائیں۔ اور مردوں کے ساتھ ہم خیال ہو کر متفق ہو جائیں۔ بچوں کی تعلیم و تربیت، اصول حفظان صحت کی نگہداشت اور گھر کا انتظام سب عورتوں کے فرائض ہیں۔ مگر ان سب باتوں کے باوجود یہی تعلیم نسواں کی طرف ہندوستان میں اتنی توجہ نہیں کی گئی جس قدر کہ ہونی چاہیے۔"(۷)

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 18. Issue 01, June 2026

رسوم ورواج اور توہم پرستی:

طبقہ اناث کی تعلیم وتربیت کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ تعلیم جہاں انسان کو کئی برائیوں سے روکتی ہے وہی فضول اور فرسودہ رسوم ورواج کے خاتمے اور روک تھام میں بھی اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ ہندوستانی تہذیب و ثقافت کا ایک تاریک پہلوان فرسودہ رسوم و رواج کی بے جا اور اندھا دھند تقلید ہے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ اگر میاں تعلیم یافتہ ہو اور بیوی تعلیم سے نا آشنا تو ایسی صورت میں اگر مرد کسی رسم سے منع کر دے تو گھر کا سارا نظام بکھر کر رہ جاتا ہے جب کہ اگر بیوی تعلیم یافتہ ہو تو اسے سمجھانے میں آسانی بھی ہوتی ہے اور وہ خود اچھے اور برے کے درمیان فرق کر پاتی ہے۔ اسی نکتے کے حوالے سے احمد علی ایک مضمون "تعلیم" میں لکھتے ہیں:

> "ہمارے یہاں کی جاہل عورتیں نیاز اور منتوں کو جزو ایمان جانتی ہیں۔ بعض جاہل گھوڑے کے نعل پر کاجل پار کے چلہ میں بچوں کی آنکھوں میں لگاتی ہیں۔ بعض گھروں میں قاعدہ ہے کہ زچہ خانہ میں تلوار چاقو یا کوئی اور لوہے کی چیز بھوت پلید سے محفوظ رکھنے کے لیے رکھتے ہیں۔۔۔۔ یہ توہمات کہ جن کا ہمارا ملک جہالت کی بدولت گھر بنا ہوا ہے۔"[۸]

ہمارے معاشرے میں عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ زر و دولت سے ہی انسان کی عزت کی جاتی ہے اور اسی کو ہی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے حالاں کہ ایسا نہیں ہے اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ لوگوں کا زاویہ نگاہ بدل چکا ہے۔ بجائے دولت و حشمت کو دیکھنے کے اب ترقی کا زینہ علم کو خیال کیا جاتا ہے اور عزت و تکریم بھی انھی لوگوں کی کی جاتی ہے جو علم کی دولت سے مالامال ہوتے ہیں۔

اگر ہم چاہیں کہ صرف جم جم کے کپڑے پہن کر یا بیش بہا زیوار پہن کر عزت حاصل کریں اور اس سے دنیا میں ہماری قدر ہو، تو یہ ہر گز نہیں ہو سکتا۔ ہمیں نری نمائش کو ترک کرنا چاہیے اور اصلی عزت پیدا کرنی چاہیے۔ اب وہ زمانہ گزر گیا کہ ڈھائی سو کا جوڑا اور ہزار کا زیور پہن کر ہر عورت بیگم کہلاتی تھیں۔ اب تو چار ہزار کا زیور بھی ہیچ ہے۔ زر وزیور دار بیوی سے ایک پھٹے کپڑوں کی مگر اچھی تعلیم یافتہ عورت ہزار درجہ اچھی ہے۔۔۔۔ اب ہمیں چاہیے کہ ظاہری نمائش اور زیور اور کپڑوں کی محبت دل سے نکال کر علم کی محبت کریں اور اسے حاصل کریں پھر دیکھیں ہم کس طرح مہذب اور شائستہ نہیں کہلاتے؟[۹]

نوآبادیاتی ہندوستان میں رسمی تعلیم کا تصور

تربیت اور سیکھنے سکھانے کا وہ عمل جس میں تعلیمی ادارے شامل ہو اور ساتھ ہی قابل، تربیت یافتہ اساتذہ کرام با قاعدہ اور منظور شدہ نصاب کے تحت تعلیم دیتے ہو رسمی تعلیم کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

رسمی تعلیم میں اسکول، استاد، نصاب، ڈگری یا سرٹیفکیٹ، ٹائم فریم کا خاص طور پر خیال کیا جاتا ہے۔ تعلیم کی اس قسم میں با قاعدہ طور پر اہداف و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے ایک مقررہ وقت میں ان مقاصد کی تکمیل کی کوشش کی جاتی ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں تعلیم کی دوسری قسم وہ ہے جس میں اسکول، کالج یا کسی اور تعلیمی ادارے کا کوئی تصور نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی نصاب مقرر ہوتا ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جو ایک شخص روزمرہ کی زندگی میں کہیں بھی اور کسی سے بھی سیکھ سکتا ہے۔

انیسویں صدی جہاں مسلمانوں کے لیے زوال کا باعث بنا، وہ قوم جو عرصہ دراز سے برصغیر پاک وہند میں حکومت قائم کی تھی اچانک حکمرانی سے غلامی کی جانب تیزی سے سفر کرنے لگی۔ اگرچہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمانوں کے لیے ہر ایک چیز کو قبول کرنا آسان نہیں تھا مگر چند رہنمائے قوم کی بدولت وہ مسلمانوں کو جدید انگریزی اور مغربی تعلیم کی جانب گامزن کیا۔ آر ایس اینچ لکھتی ہیں:

> "لڑکوں کے لیے علی گڑھ کالج ہوا ہے تو اسی قسم کا دوسرا علی گڑھ لڑکیوں کے لیے بھی ہونا چاہیے۔ خدا سے امید ہے کہ کوئی دوسرا سر سید احمد ہو کر لڑکیوں کے واسطے وہی کوششیں کرے گا جو مرحوم سر سید احمد خان صاحب لڑکوں کے واسطے کر گئے ہیں۔"(۱۰)

خواتین کی تعلیم وتربیت کے لیے جتنی کوششیں کی گئی اتنی ہی کم کوششیں نصاب تعلیمِ نسواں میں نظر آنے لگیں۔ اسی امر کو مدنظر رکھتے ہوئے شیخ عبد اللہ نے نہ صرف مجلہ خاتون میں ہر صنف پر طبع آزمائی کی اجازت دی تھی بل کہ اس کے ساتھ ساتھ وقتاً فوقتاً تعلیمِ نسواں کو بہتر بنانے اور اس کے نصاب کی تشکیل کے حوالے سے بھی مضامین لکھنے اور خواتین کو نصاب کی تشکیل میں اپنا کردار ادا کرنے کے کہتے۔ اسی سلسلے میں جنوری ۱۹۱۱ء کے شمارے میں عباسی بیگم نے تعلیمِ نسواں کی اہمیت اور اس کے نصاب میں کن کن موضوعات کا ہونا چاہیے۔ اس حوالے سے انھوں نے جو تجویز پیش کی ہے وہ قابل غور ہے کیوں کہ اس تجویز کردہ نصاب میں انھوں نے مذہبی امور، تاریخ، ادب، لٹریچر، صنعت و حرفت، سیاحت سے لے کے امورِ خانہ داری حفظان صحت اور جدید علوم تک کو شامل کیا ہے۔ اس کے حوالے سے وہ لکھتی ہیں:

	مجوزہ نصاب
۱۔	مذہب اسلام کی خوبیاں، والدین عزیزوں کے حقوق شوہر کے حقوق و آداب، رسوم شرک مذمت، عورتوں کے متعلق قرانی حدیثیں فقہی احکام اور مسائل قرآن مجید باترجمہ غرض کہ اسی قسم کے مضامین ہونے چاہیں۔
۲۔	تاریخ وسیر: اس میں عرب کی تواریخ، رسول خدا کی سوانح عمری بزرگان دین کے حالات، گذشتہ زمانے کی لائق خواتین کی لائف، مختصر تاریخ ہند دیناضرور ہونی چاہیے۔ کیونکہ ایسی تواریخوں سے آگاہ ہونے سے خود بھی عورت عقلمند ہوشیار ہونے کے علاوہ اپنے بچوں کی ابتدائی تعلیم وتربیت میں بہت کچھ مدد دے سکتی ہے اور سمجھا سکتی ہے۔
۳۔	جغرافیہ: جغرافیہ عرب، جغرافیہ ہندوستان، جغرافیہ عالم
۴۔	خانہ داری، مالکہ کے فرائض گھر کے اسباب کی درستگی و آراستگی و بود وباش کے طریقے، ملازموں کے کام کی نگرانی ان کے ساتھ برتاؤ، باروچی خانے کا انتظام، پارچہ جات کی حفاظت، اوقات کی پابندی، مصارف خانہ داری کار جسٹر۔
۵۔	اصول حفظان صحت۔ تشریح۔ مکانات کی صفائی صاف ہوا صاف پانی روشنی گرمی سردی برسات جاڑے کے موسمی غذائیں امراض کے حفظ ماتقدم کی تدابیر امراض نسائی اور اس کے معالجہ بچوں کے عوارض اور ان کے معالجے، عموماً بچوں

	بڑوں کی تیمارداری کے قواعد، خصوصاً عورات کو اپنی صحت قائم رکھنے کے لیے چند مفید تجاویز جو عورات کے لیے مناسب ہوں۔
۶۔	ریاضی طبعیات اور ہیت کے چند رسالے حسب ضرور لازمی ہیں۔
۷۔	ادب و لٹریچر حسب ضرورت قواعد صرف و نحو اردو ہندی کی مثلیں اخلاقی نظمیں مناجاتیں اعلیٰ درجے کی انشاپردازوں کے نمونے نتیجہ خیز ناول
۸۔	صنعت و حرفت ہر قسم کے لباس کی تراش خراش ڈرائنگ جو ان کاموں کے لیے کارآمد ہو عورتوں کو سیکھنی لازمی ہے کیوں کہ اس میں کوتاہی کرنا خود کو بے ہنر رکھ کر بعض وقت سخت تکلیف اٹھانا ہے یا خریدنا چاہیں تو بہت سارو پیہ گھر کا ضائع کرنا پڑے گا۔ اور اس انتظام سے پوری معقول رقم بچ رہتی ہے۔
۹۔	عمدہ با قاعدہ کھانے پکانے کی تراکیب کی چند کتابیں اور اس کی عملی تعلیم
۱۰۔	خوش نویسی: یہ ہنر امیر لڑیوں کے لیے زینت اور غریبوں کو عمدہ ذریعہ معاش کا ہوگا۔ اور ایسی تعلیم تو ضرور ہو اور ایسی کتابیں تو ضرور ہی شائع ہوں جو مستورات کے ترقی و بہبودی کی رہنمائی کریں۔[۱۱]

ابتدا میں چوں کہ کوئی بھی تعلیم نسواں کا حامی نہ تھا اس وجہ سے خواتین کے لیے کوئی ادب بھی تخلیق نہیں کیا گیا کہ جس کا وہ مطالعہ کر سکیں۔ مجلہ خاتون کے ذریعے مختلف لوگوں نے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ جس طرح طبقہ ذکور کے لیے نصاب مقرر ہے اسی طرح نہ صرف طبقہ اناث کے لیے نصاب کی تشکیل ضروری ہے بل کہ اس کے ساتھ ایک اچھے لٹریچر کی بھی ضرورت ہے کہ جس کا خواتین مطالعہ کر سکیں۔ یہ ضروری تھا کہ جس طرح مردوں کے لیے لٹریچر تیار کیا جا رہا تھا اسی طرح خواتین کے لیے بھی یہ اہم تھا کہ ان کے مطالعے کے لیے ادب تخلیق کیا جائے کیوں کہ طبقہ ذکور و اناث کی ضروریات ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ ابوالکمال دسنوی لکھتے ہیں:

> "سب سے پہلے ضرورت ہے نصاب تعلیم نسواں کے درست ہونے کی ہے۔ معیار اور نوعیت نصاب کے متعلق اظہار خیالات خاتون اور دوسرے رسائل کے ذریعے سے ہو چکے ہیں۔۔۔۔ انجمن ترقی اردو پر عورتوں کا بھی حق ہے اس لیے اس کا فرض ہے کہ جس طرح مردوں کے لیے لٹریچر کی ترقی میں کوشاں ہے اسی طرح عورتوں کے لٹریچر کے لیے بھی کوشاں رہے۔"[۱۲]

اس بات میں کوئی شبہ نہیں کہ وقتاً فوقتاً خواتین کی تعلیم و تربیت، نصاب کی تشکیل میں درپیش مسائل، بورڈنگ ہاؤس کے قیام کا عمل اور دیگر تمام صورت حال سے واقفیت اور ان امور کو بہتر طور پر سرانجام دینے کے لیے مختلف کانفرنسز میں زیر بحث لائے گئے۔ روداد اجلاس ٹیچرز کانفرنس کو کہ ۱۹۱۴ء میں علی گڑھ میں منعقد کی گئی اس کی تفصیل بیان کرتے ہوئے آفتاب احمد لکھتے ہیں کہ اس

Research Journal DARYAFT
ISSN (E): 2616-6038, ISSN (P): 1814-2885
Volume 18. Issue 01, June 2026

تحقیقی وتنقیدی مجلّہ
دریافت

کانفرنس میں سب کے اتفاق سے اور سرکار عالیہ بیگم صاحبہ بھوپال کی معاونت سے مسلمان لڑکیوں کے لیے درج ذیل علوم پڑھانے پر اتفاق کیا گیا۔

نمبر شمار	مضامین
۱۔	مذہب
۲۔	علم ادب
۳۔	تاریخ
۴۔	جغرافیہ
۵۔	ریاضی
۶۔	نقاشی وڈرائنگ
۷۔	حفظان صحت وتیمارداری
۸۔	انتظام خانہ داری
۹۔	تربیت اولاد
۱۰۔	سوزن کاری
۱۱۔	کھانا پکانا
۱۲۔	بچوں کا علاج معالجہ [۱۳]

اگر مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ نوآبادکاروں کے آنے کے بعد زندگی کے ہر شعبے میں تبدیلیاں آئیں۔ جدید اور انگریزی تعلیم کی بحث چھڑی تو تعلیم نسواں کو بھی موضوع بنایا گیا۔اس وقت حالات اس قدر سازگار نہیں تھے کہ خواتین کے لیے بھی جدید تعلیم کی راہیں ہموار ہو جاتی مگر کچھ تعلیم یافتہ اور جدید فکر کے حامل شخصیات جن میں مولوی ممتاز علی، شیخ عبد اللہ، علامہ رازق الخیری وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں جنھوں نے تعلیم نسواں کی حمایت کرتے ہوئے نہ صرف مختلف رسائل کا اجرا کیا بل کہ خواتین کو ان میں طبع آزمائی کا پورا موقع دیا گیا۔ لیکن دوسری جانب کٹر روایت پسند افراد پر مشتمل وہ گروہ تھا جس نے تعلیم نسواں کی مخالفت کی۔ مجلہ خاتون اسی عرصے میں شائع ہونے والا رسالہ تھا جس میں خواتین کی مخفی صلاحیتوں کو ابھار کر سامنے لانے اور معاشرے کی تعمیر وترقی میں ان صلاحیتوں کے استعمال کرنے کی حوصلہ افزائی کی گئی۔

ان مقاصد کو سامنے رکھتے ہوئے بہت سی خواتین نے افسانوی وغیر افسانوی نثر میں طبع آزمائی کی۔خاتون کے ذریعے شیخ عبد اللہ اور بیگم عبد اللہ نے نہ صرف خواتین کے لیے تعلیم کی راہیں کھولیں بل کہ رسمی تعلیم کے ساتھ ساتھ مستورات کے لیے بورڈنگ ہاؤس کا قیام بھی عمل میں لایا۔ رسمی تعلیم کے حصول میں جب مشکلات درپیش آئی تو انھوں نے والئی بھوپال کی سرپرستی میں بورڈنگ

ہاؤس کا قیام کیا جس میں مختلف گھرانوں سے تعلق رکھنے والی مستوارت آسانی سے نہ صرف تعلیم حاصل کر پاتی تھیں بل کہ بورڈنگ ہاؤس میں رہ کر دینی تعلیم، کے ساتھ ساتھ دیگر امور کے لیے بھی اوقات کار کی پابندی کرنا سیکھ گئی تھیں۔ شیخ عبداللہ کا موقف تھا کہ اگر خواتین تعلیم یافتہ ہوں گی تو نہ صرف بچوں کی تربیت صحیح سے ہو سکے گی بل کہ اس کے ساتھ گھر کے معاشی نظام سے لے کر علم عقل کو بروئے کار لاتے ہوئے فرسوم رسوم وراج اور دیگر بے بنیاد روایات کے خاتمہ میں مثبت کردار ادا کر سکتی ہیں۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ نجم السحر اعظمی، علامہ راشد الخیری شخصیت اور ادبی خدمات، ادارہ بام خضر راہ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۴۵
۲۔ حمیرا اشفاق، افکار سر سید کے تناظر میں، تحریک تعلیم نسواں کا مابعد نو آبادیاتی مطالعہ، مشمولہ سر سید احمد خان حیات اور فکری تناظر، سنگ میل، لاہور، ۲۰۱۸ء، ص ۵
۳۔ راحت ابرار، مسلم تعلیم نسواں کے سو سال: چلمن سے چاند تک، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۱ء، ص ۲۰
۴۔ نجم السحر اعظمی، علامہ راشد الخیری: شخصیت اور ادبی خدمات، ادارہ بزمِ خضرِ راہ، نئی دہلی، ۲۰۰۰ء، ص ۴۵
۵۔ ابرار راحت، مسلم تعلیمِ نسواں کے سو سال، ایجوکیشنل پبلیشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۱۱ء ص ۸۶
۶۔ سہروردیہ صاحبہ، تعلیمِ نسواں، مشمولہ خاتون، شمارہ ۴، اپریل ۱۹۰۵ء ص ۱۴۶
۷۔ ایڈیٹر، اڈیٹوریل، مشمولہ خاتون، شمارہ ۳، مارچ ۱۹۰۹ء، ص ۱۳۸
۸۔ احمد علی، تعلیم، مشمولہ خاتون، شمارہ ۷، جولائی ۱۹۰۹ء، ص ۱۱۰۔۱۰۹
۹۔ بنت نذر الباقر، ہماری خراب حالت، مشمولہ خاتون، شمارہ ۲، ۳، فروری، مارچ ۱۹۰۵ء، ص ۱۰۰
۱۰۔ آر ایس ایچ، زمانۂ تاریکی، مشمولہ خاتون، شمارہ ۱۲، دسمبر ۱۹۰۵ء، ص ۵۸۸
۱۱۔ عباسی بیگم، عورتوں کی تعلیم اور سوسائٹی میں اس کی ضرورت، مشمولہ خاتون، شمارہ ۱، جنوری ۱۹۱۱ء، ص ۴۱۔۴۲
۱۲۔ ابو الکمال دسنوی، علمی ضروریات، مشمولہ خاتون، شمارہ ۱۰، اکتوبر ۱۹۰۸ء، ص ۳۷۱، ۳۷۴
۱۳۔ آفتاب احمد، روداد اجلاس ٹیچرز کانفرنس منعقدہ علی گڑھ، مشمولہ خاتون، شمارہ ۷، جولائی ۱۹۱۴ء، ص ۶۹

References in Roman Script:

1. Najm al-Sahar Azmi, Allama Rashid al-Khairi: Shakhsiyat aur Adabi Khidmat, Nai Dilli: Idara Bam-e-Khizr Rah, 2000, p. 45
2. Humaera Ashfaq, Afkar-e-Sir Syed ke Tanazur mein ‘Tehreek-e-Taleem-e-Niswan ka Mabaad Nauwabadiati Mutala‘ah’, in Sir Syed Ahmad Khan: Hayat aur Fikri Tanazur, Sang-e-Meel Publications, 2018, p. 5
3. Rahat Abrar, Muslim Taleem-e-Niswan ke Sau Saal: Chilman se Chand Tak, Educational Publishing House, Delhi, 2011, p. 20
4. Najm al-Sahar Azmi, Allama Rashid al-Khairi: Shakhsiyat aur Adabi Khidmat, Idara Bazm-e-Khizr Rah, Delhi, 2000, p. 45

5. Rahat Abrar, Muslim Taleem-e-Niswan ke Sau Saal, Educational Publishing House, Delhi, 2011, p. 86
6. Suhrawardiya Sahiba, Taleem-e-Niswan, Khatoon, no. 4, April 1905, p. 146
7. Editor, Editorial, Khatoon, no. 3, March 1909, p. 138
8. Ahmad Ali, Taleem, Khatoon, no. 7, July 1909, p. 109-110
9. Bint Nazar al-Baqir, Hamari Kharab Halat, Khatoon, nos. 2-3, February-March 1905, p. 100
10. R. S. H., Zamana-e-Tariki, Khatoon, no. 12, December 1905, p. 588
11. Abbasi Begum, Auraton ki Taleem aur Society mein Is ki Zarurat, Khatoon, no. 1, January 1911, p. 41-42
12. Abul Kalam Dasnavi, Ilmi Zaruriyat, Khatoon, no. 10, October 1908, p. 371-374
13. Aftab Ahmad, Rudad Ijlas Teachers Conference Mun'aqida Aligarh, Khatoon, no. 7, July 1914, p. 69

Dr. Ghazal Yaqub is a Teaching Research Associate at International Islamic University Islamabad, Pakistan. She also completed her PhD from the same institution. Her research areas include Urdu fiction and Urdu prose. She has contributed significantly to academic scholarship with twelve research articles and one book to her credit.

Ms. Zahida Noor is an MPhil scholar in Urdu at International Islamic University Islamabad, Pakistan. Her research interests include Urdu fiction and Urdu Prose.